حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب
جامعہ اسلامیہ بہاولپور

علامہ

علوم عربیہ، اور تفسیر کے ایک جلیل القدر امام

جار اللہ زمخشری

نسب و تعارف | آپ کا پورا نام اور مختصر نسب نامہ یہ ہے۔ محمود بن عمر بن محمد بن عمر خوارزمی زمخشری تجاوز اللہ عن فرطاتہ وسامح عن زلاتہ۔

ولادت و وفات | آپ کی ولادت روز چہارشنبہ تاریخ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو مقام زمخشر میں ہوئی اور وفات ۹ ذی الحجہ (لیلۃ العرفہ) کو مقام جرجانیہ میں واقع ہوئی۔ زمخشر کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ خوارزم کی بستیوں میں سے ایک غیر معروف بستی ہے۔ اگرچہ شیخ ابراہیم دسُوقی نے کہا ہے کہ ھی قریۃ کبیرۃ من قُریٰ خوارزم۔

جرجانیہ۔ نہر جیحون کے کنارے پر واقع ہے جس کے متعلق یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ یہ لفظ ان کی لغت میں گرگانج تھا جو تعریب کے بعد جرجانیہ بن گیا ہے۔ علامہ مرحوم کی وفات اس وقت واقع ہوئی، جبکہ وہ مکہ مکرمہ سے واپس خوارزم تشریف لے آئے۔ مرحوم کی وفات پر علماء وفضلاء نے جو قصائد اور مراثی لکھے ہیں۔ ان میں یہ شعر تمام کی جان ہے ؎

فَارضُ مکۃَ تذری الدمعَ مقلتہا　　　حزناً لفرقۃِ جارِ اللہِ محمودِ

یعنی سرزمینِ مکہ جار اللہ محمود کی مفارقت و رحلت پر رنج وغم کی وجہ سے رو رہی ہے۔

دراصل کسی کی موت پر زمین یا دیگر غیر جاندار چیزوں سے غم واندوہ کا ذکر تو کثرت سے شعراء کا معمول ہے۔ مثلاً متنبی محمد بن اسحاق تنوخی کی وفات پر کہتا ہے ؎

والشمسُ فی کبد السماءِ مریضۃٌ　　　والارض واجفۃٌ تکادُ تمورُ

یعنی آسمان کے اندر سورج بیمار ہے اور زمین پر بھی لرزہ ہے۔ قریب ہے کہ چل پڑے۔

---

[1] ترجمۃ المؤلف ملحق کشاف ص ۳، ج ۴۔ طبع مصر۔

ایک شاعر نے جار اللہ زمخشری کی وفات پر سرزمین مکہ کے آنسو بہانے کا استعارہ لاکر حق جوار کی طرف بہترین اشارہ کیا ہے۔ فللّٰہِ درہٗ ثم للّٰہِ درہٗ۔

عقیدہ ومسلک | عقیدہ ومسلک کے لحاظ سے زمخشری فرقہ معتزلہ کے اجلہ علماء میں سے ہے۔ علامہ دمیری[1] فرماتے ہیں:

وفی تاریخ ابن خلکان وغیرہ ان الزمخشری کان یعتقد الاعتزال ویتظاھر بہ وکان اذا استاذن علی صاحب لہ بالدخول یقول ابو القاسم المعتزلی بالباب۔	تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے کہ زمخشری کھلے طور پر اعتزال کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اور جب کسی دوست کے یہاں اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ابوالقاسم معتزلی دروازہ میں ہے۔

...

زمخشری کے متعلق بغیۃ الوعاۃ[2] میں سیوطی نے لکھا ہے:

کان کثیر الفضل غایۃ فی الذکاء وجودۃ القریحۃ متقنا فی کل علم معتزلیا قویا فی مذھبہ مجاھرا بہ حنفیاً۔	زمخشری ہر علم میں نہایت ذکی اور ذہین تھے اعتزال کا عقیدہ رکھتے تھے اپنے اس عقیدہ میں مستحکم تھے جسکا وہ چرچا کرتے تھے اور مذہب کے لحاظ سے حنفی تھے۔

صاحب کشف الظنون[3] کہتے ہیں:

قال ابن خلکان وکان الزمخشری معتزل الاعتقاد۔	ابن خلکان نے کہا ہے کہ زمخشری اعتزال کا عقیدہ رکھتے تھے۔

البتہ زمخشری کے حالات میں ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کو لوگوں نے مذہب اعتزال سے توبہ پر منطبق کر دیا ہے۔ ابن خلکان[4] نے لکھا ہے کہ زمخشری نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری قبر پر ذیل کی ان تین اشعار کی تختی نصب کی جائے، جنکو وہ اپنی تفسیر (کشاف) میں مثلاً مابعوضۃً فما فوقھا۔ کے تحت نقل کر چکے ہیں۔ ابیات یہ ہیں:

یامن یری مد البعوض جناحھا　　فی ظلمۃ اللیل البھیم الالیل

---

[1] حیاۃ الحیوان ص ۱۲۹ ج ۱　[2] فوائد بہیہ ص ۲۱۰　[3] ص ۱۴۷۶ ج ۲　[4] حیاۃ الحیوان ص ۱۲۹ ج ۱

اے وہ اللہ جو انتہائی تاریک رات کے اندھیرے میں بھی مچھر کا اپنے پروں کو کھولنا دیکھتے ہیں۔

ویریٰ مناط عروقہا فی نحرھا والمخّ فی تلک العظام النّحلّ

اور اس کے سینہ میں رگوں کے سرچشمہ کو اور اس کی نرم و نازک ہڈیوں میں گودے کو بھی دیکھتا ہے۔

امنن علیّ بتوبۃٍ تمحوا بھا ماکان منی فی الزمان الاول

مجھ پر احسان کر کے میری توبہ قبول فرما کہ مجھ سے اس گناہ کے لیئے درگذر کر دو جو مجھ سے زمانہ اول میں سرزد ہو گیا تھا۔

چنانچہ اشعار بالا میں آخری شعر کے آخری مصرع " ماکان منی فی الزمان الاول " سے ان کا مقصد مذہب اعتزال کیطرف اشارہ کرنا مراد لیا گیا ہے۔

لیکن اس بارہ میں حسنِ ظن کی حد تک تو یہ بات درست ہے۔ اور میرے معلوم کرنے پر حضرت الاستاذ المحترم علامہ شمس الحق صاحب افغانی نے بھی (بلا حوالہ) اس کی تقویت فرمادی لیکن حتمی طور پر اس سلسلہ میں جزم و وثوق اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا۔ کہ نظریہٗ اعتزال میں مرحوم کی پختگی اور عمر بھر اس کا پرچار اور قرآن کی متعلقہ آیات سے اس کے لیئے شواہد و دلائل کا استخراج (جن پر تنبیہہ کرنے کیلئے اہل السنت والجماعت کیطرف سے امام ناصر الدین احمد بن محمد بن منیر اسکندری مالکی نے الانتصاف فی ماتضمنہ الکشاف لکھی۔) یہ تمام باتیں اسکی دلیل ہیں کہ عقیدہٗ اعتزال ان کے رگ و خون میں جاری وساری تھا۔ اور وہ اسی عقیدہ ہی پر جینا اور مرنا چاہتے تھے۔ تفسیر کشاف لکھنے کیلئے علماء کے الحاح و اصرار اور وفد جانے کی سلسلہ میں بھی وہ مذہب اعتزال کو معتزلہ کے مشہور عنوان " عدل و توحید " سے یاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں : فابوا الا المراجعۃ بعظماء الدین وعلماء العدل والتوحید۔ " تو ان مطالبہ کرنے والوں نے میرے ہر انکار کو لوٹا دیا اور بزرگانِ دین اور عدل و توحید کے علماء کیطرف مراجعت کر کے مجھ سے تفسیر لکھوانے پر اصرار کرتے رہے۔ "

بہر صورت اگر ان تمام حالات اور واقعات کے باوجود علامہ موصوف کی توبہ ثابت ہو جائے تو بہت بہتر ہے اور بالفرض اگر اس طرح ہو گیا ہے تو ظاہر ہے کہ قرب اجل نے آنکھوں سے وہ پردہ ہٹا دیا ہو گا جس کو کسی وقت اٹھنا ان کی مقدر میں تھا۔ کیونکہ مسلکِ اعتزال درحقیقت

عقلمندی کی روپ میں بے عقلی کا ایک دبیز پردہ ہے جو بڑے بڑے عقلاء اور کملاء کی عقول پر پڑتا ہے۔ جس کا سبب یہی ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ تمام تر اثاثہ نقل کو عقلِ انسانی کی ترازو سے تولتے ہیں۔ اور کتاب وسنت اور احکام شریعت کی ہر بات کو اس کی خام اور ناکام کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ حالانکہ انسانی عقل ہر چند کامل ومکمل کیوں نہ ہو۔ مگر وہ تعلیماتِ الٰہیہ کی راہ نمائی کے بغیر کسی کام کی نہیں ہے۔ امام غزالیؒ نے خوب فرمایا ہے کہ عقلِ انسانی ایک بہت ہی روشن چراغ ہے۔ مگر کیا دن کی روشنی اور سورج کی موجودگی میں وہ چراغ کام دے سکتا ہے۔؟ اگر جواب اس طرح نفی میں ہے۔ جسطرح کہا گیا ہے۔ کہ ؎

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ محو لاف تھا　　صبح کو جب سورج نکلا تو مطلع صاف تھا۔

تو پھر تعلیماتِ الٰہیہ کے آفتاب عالمتاب کے ہوتے ہوتے کیوں اس چراغ ہی سے کام لینے کی کوشش کی جائے۔ جو ایک محدود ماحول وفضاء (انسانی مادی زندگی) کے لئے تو بیشک کارآمد اور نافع ہے۔ لیکن دین وشریعت کی لامحدود وسعتوں تک اسکی رسائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ جس سرحد پر پہنچ کر عقلِ انسانی کی قوتِ پرواز جواب دے جاتی ہے۔ وہاں سے بعض احکام شریعت کا آغاز ہوتا ہے اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ عقلِ انسانی کا دائرہ کار بھی فی نفسہ نہایت وسیع اور وقیع ہے۔ اور مادی کائنات میں اس کے کارنامے موجبِ حیرت ہیں۔ خاص کر دورِ حاضر میں سائینس کے ذریعہ انسانی ذہن ودماغ نے جو اعماق سمندر اور وسیع تر فضاء وخلاء کا کھوج لگایا اور دور دراز کے سیاروں کو قابو کر لیا۔ وہ انسانی پروازِ عقل کی قابلِ قدر دوڑ ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کرنے کے لئے انسان کو نہایت رغبت بھی دلائی۔ اور سامان بھی فراہم فرمایا۔۔۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ان فی خلق السموات والارض	بلاشبہ آسمانوں کے اور زمینوں کے بنانے
واختلاف اللیل والنھار لآیات	میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے
لاولی الالباب۔ الذین یذکرون	آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کیلئے جن کی
اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم	حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے
ویتفکرون فی خلق السموات	ہیں۔ کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں
والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا	اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے
سبحانک فقنا عذاب النار۔	ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں
(سورۃ آل عمران آیت ۱۹۰)	کیا ہم آپکو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

لیکن بایں ہمہ جہاں تک تعلیماتِ اسلام کی وسعت، عظمت اور غموض و دقت کا تعلق ہے۔ وہاں انسانی عقل ناکام اور بے اثر ہو جاتی ہے۔ مثلاً عالمِ برزخ کے حالات جو کہ سفرِ آخرت کی پہلی منزل اور تعلیماتِ اسلامیہ کے ثانوی دور کا ایک ابتدائی مرحلہ ہے۔ اس کے بارہ میں انسان کے فہم و ادراک اور فلسفہ و سائنس سب ناچار اور عاجز ہیں۔ اس موقع پر اکبر آلہ آبادی مرحوم نے جدید تعلیم یافتہ عزیزوں پر نہایت عمدہ طنز کر کے فرمایا ہے ۔

کیوں کر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

خیر اس بحث سے ہمارے موضوع کو اس قدر تعلق تھا۔ کہ زمخشری کے بارہ میں بعد از مرگ اس قسم کا خیال قائم کیا گیا ہے، جس سے آخر العمر میں اس مسلک اعتزال سے مرحوم کے تائب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس پر عمل پیرا فرقہ کو علماء اہل السنت والجماعت نے اس امت کے مجوس قرار دیتے ہیں۔ محب[1] اللہ بہاری رح فرماتے ہیں۔

وعند المعتزلہ قدرۃ موثرۃ — معتزلہ کے نزدیک انسان کے لئے قدرت

وھم مجوس ھذا الامۃ۔ — مؤثرہ ہے اور وہ لوگ اس امت کے مجوس ہیں۔

طلب علم: تحصیل علم کے دوران مرحوم نے بلاد خوارزم کے علاوہ بھی دور و دراز کا سفر کیا ہے۔ بارہا بغداد بھی گئے ہیں۔ جبکہ اس وقت بغداد ہی علوم و فنون اور علماء کاملین کا مرکز تھا۔ وہاں آپ نے علومِ عربیہ کی تکمیل ابوالحسن علی ابن مظفر نیشاپوری اور ابونعیم اصفہانی سے کی۔ تکمیل کے بعد مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ الحرام کے پڑوس میں رہائش کرنے لگے اور اس مناسبت سے انہوں نے اپنا لقب جار اللہ رکھا۔ جبکہ سابقہ لقب فخر خوارزم بھی تھا۔ چونکہ غالب مرحوم کا گھر بھی دہلی میں ایک مسجد کے پڑوس میں تھا اس وجہ سے وہ یہی فرما گئے ہیں ۔

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا دیا ہے یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

افسوس کہ علم و کمال میں اتنا بلند مقام حاصل ہونے کے باوجود علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نہایت تنگدست رہے۔ اس سلسلہ میں حضرۃ الاستاذ المحترم علامہ شمس الحق صاحب افغانی نے خود زمخشری کے درج ذیل دو شعر نقل[2] فرمائے ہیں ۔

عنی عن الآداب لکنتی اذا نظرت مما فی الکف غیر الانامل

فکل امرء امثالہ عدد الحصی وھات نظیری فی جمیع المحافل

---

[1] مسلم الثبوت ص۹ [2] کتاب الرشید ص۱۰

میں آداب و تعلیم سے تو مزید بے پرواہ ہوں۔ مگر جب دیکھتا ہوں تو ہاتھ میں انگلیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، حالانکہ دوسرے لوگوں کے امثال بیشمار ہیں اور میری نظیر تمام محفلوں میں نہیں مل سکتی ہے۔

پھر اس غربت و تنگدستی کے علاوہ جس زحمت و کلفت میں اس نے علم حاصل کیا ہے، اس سلسلہ میں اس کے پیر کٹ جانے کا حادثہ بھی ہے۔ جسکی بابت اقوال تو مختلف ہیں۔ مگر سب کے درمیان کوئی خاص تعارض نہیں ہے۔ اقوال تین ہیں:

۱۔ شیخ ابراہیمؒ دسوقی نے بعض کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بلاد خوارزم میں سفر کے دوران وہ مسلسل چند دن برف میں چلتے رہے جس سے ان کو نہایت سخت سردی لگی۔ پیر شل سڑ گیا اور بالآخر اس کو کاٹنا پڑا۔ مرحوم نے اس حادثے کا ایک محضر نامہ بھی مرتب کیا جس میں اصل صورت حال اور سبب قطع کے باخبر لوگوں کی توثیق اور شہادت درج تھی۔ محضر نامہ مرتب کرنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس بارہ میں کوئی نامناسب اور خلاف واقع توجیہہ کرنے نہ لگے۔

۲۔ مولانا عبدالحیؒ نے بغیۃ الوعاۃ سے نقل کیا ہے کہ پیر میں نہایت خراب قسم کا پھوڑا نکلا تھا جسکے علاج کے سلسلہ میں انجام کار پیر کاٹا گیا اور اسکی جگہ لکڑی کا مصنوعی پیر لگایا گیا۔ جس پہ لامبا کپڑا ڈالے رکھا کرتے تھے۔ تاہم لنگڑا پن معلوم ہو ہی جاتا تھا۔

۳۔ تیسریؔ وجہ وہ ہے جسکو زمخشری نے خود حنفی فقیہہ دامغانی کے سوال کے جواب میں بیان کیا ہے۔ جبکہ بغداد میں دونوں کی ملاقات کے وقت دامغانی نے قطع رجل کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اس کا سبب میری اپنی والدہ کی بد دعا ہے جس کا قصّہ یہ ہوا۔ کہ میں نے بچپن میں ایک چڑیا کے پیر میں دھاگا باندھ لیا تھا۔ پھر چھوٹنے اور پکڑنے میں اس کا پیر کٹ گیا۔ چونکہ میری والدہ پہلے ہی سے اس طرح کرنے اور چڑیا کو اذیت دینے سے روکتی تھی اور میں نہیں رکا تھا۔ اس وجہ سے اسکی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ قطع اللّٰہ رجلک کما قطعت رجلھا۔ (اللہ تعالیٰ تیرا پیر قطع کرے جیسا کہ تم نے اس کا پیر کاٹ دیا۔) پھر میں بخارا کیطرف جا رہا تھا، تو سواری سے گر پڑا۔ پیر ٹوٹ گیا، اور علاج قطع رجل پر منتج ہوا۔

تصنیفات | اس سلسلہ میں مولانا عبدالحیؒ نے تو صرف اس قدر فرمایا ہے۔ وقد عد بعضھم

۱؎ ترجمۃ المؤلف ملحقہ کشاف ص ۳۷۴ ج ۳ ۲؎ فوائد بہیہ ص ۲۱ ۳؎ ترجمۃ المؤلف ص ۳۷۳ ۴؎ فوائد بہیہ ص ۱۳۰

منہا ثلاثین۔ لیکن شیخ ابراہیم دسوقی نے اول تو کشاف کے متعلق لکھا ہے کہ صنف[1] التصانیف الکثیرۃ الغرر منہا۔ ھذا الکتاب فی تفسیر القرآن ولم یدرک شاؤہ فیہ انسان۔ اس کے بعد تفسیر کشاف کے علاوہ فہرست دی ہے جو حسب ذیل ہے۔ المحاجاۃ بالمسائل النحویۃ المفرد والمرکب فی العربیۃ۔ الفائق فی تفسیر الحدیث۔ اساس البلاغۃ۔ ربیع الابرار۔ نصوص الاخبار متشابہ اسامی الرواۃ۔ النصائح الکبار۔ النصائح الصغار۔ ضالۃ الناشد۔ الرائض فی علم الفرائض مفصل فی النحو۔ الاعوذج فی علم العربیہ۔ رؤوس المسائل الفقہیۃ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان۔ شافی العی من کلام الشافعی۔ قسطاس فی العروض۔ معجم الحدود۔ منہاج فی الاصول۔ مقدمۃ الادب۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہر صورت علامہ زمخشری کی سب سے پہلی تصنیف کشاف ہے۔ جس کے سبب تالیف بیان کرنے کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اس تفسیر کی تصنیف پر زمانہ خلافت صدیق (دو سال تین ماہ آٹھ دن) کے برابر عرصہ گذرا۔ حالانکہ میرا اندازہ تھا کہ اس تفسیر کی تدوین وتصنیف پر تیس سال سے زائد وقت صرف ہوگا۔ لیکن صرف بیت اللہ کی شرافت وکرامت تھی جو تھوڑے عرصہ میں یہ بہت بڑا کام انجام پذیر ہوگیا۔[2]

جاراللہ زمخشریؒ کا علمی مقام نہایت ارفع واعلیٰ ہے۔ خاص کر قرآن کریم کی فصاحت، بلاغت وجوہ اعجاز اور اسالیب عربیت کے نکات و رموز میں ان کو جو حذاقت و مہارت اور ید طولیٰ حاصل ہے۔ اس کا اعتراف اہل السنت والجماعت کے سلف و خلف تمام وہی علماء کرام کرتے ہیں، جو اُن کے عقیدہ اعتزال کے مخالف ہیں سہ

ومليحة شهدت لها ضراتها   والفضل ما شهدت به الاعداء

اور بسا اوقات کسی خوب صورت عورت کے حسن وجمال کی شہادت اس کو سوکنیں ہی دینے لگتی ہیں اور در اصل کمال وہ ہے جس کا اعتراف دشمن کو بھی کرنا پڑے۔

چنانچہ ان کی اس تفسیر (الکشاف عن حقائق التنزیل) کے متعلق سب مانتے ہیں کہ قرآن کے مذکورہ بالا اعجازی پہلو کے لحاظ سے اسکی نظیر نہیں ہے۔ صاحب کشف الظنون[3] نے لکھا ہے وقال السیوطی فی نواھد الابکار بعد ذکر قد مار المفسرین ثم جاءت فرقۃ اصحاب النظر

---

[1] ترجمۃ المؤلف ص ۲۷۳ ۔ [2] کشف الظنون ص ۱۴۷۶ ج ۲ [3] ص ۱۴۸۳ ج ۲

فی علوم البلاغۃ اللتی بھا یدرک وجہ الاعجاز وصاحب الکشاف سلطان ھذہ الطریقۃ - فلذا طار کتابہ فی اقصی المشرق والمغرب ولما علم مصنفہ انہ بھذہ الوصف وقد تجلی قال تحدثاً بنعمۃ ربہ وشکراً وھو الکتاب الذی قال المصنف فیہ ـ

ان التفاسیر فی الدنیا بلا عدد ولیس فیھا لعمری مثل کشاف

تفاسیر دنیا میں بے شمار ہیں مگر ان میں کشاف کی مانند نہیں ہے۔

ان کنت تبغی الھدیٰ فالزم قرائتہ فالجھل کالداء والکشاف کالشافی

اگر تم ہدایت چاہتے ہو تو کشاف کو پڑھ لو کیونکہ جہل ایک گونہ بیماری ہے اور کشاف اس سے شفار دیتی ہے۔

صاحب کشاف کا دوسرا رخ چونکہ نقائص اور خامیوں سے منزہ صرف ذات خداوندی ہی ہے۔ اس وجہ سے زمخشری کی طرف عقیدہ اعتزال کے علاوہ بھی بہت خامیاں منسوب ہیں۔ صاحب کشف الظنون[۱] فرماتے ہیں کہ تفسیر کشاف میں جب وہ ایسی آیات کی تفسیر کرتا ہے جو اس کے مقصود سے مساعد نہ ہوں، تو صرف اپنی خواہش اور مذہب اعتزال پر منطبق کرنے کے لئے نہایت تکلف اور تعسف کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ اعتزال کی تائید میں ایسی باریک اور مخفی فریب کاری سے کام لیتا ہے جس کو بڑے بڑے ماہر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آخر میں چند خامیوں کے بیان میں فرماتے ہیں۔ ومنھا انہ یطعن فی اولیاء اللہ المرتضین من عبادہ ویغفل عن ھذا الصنع لفرط عنادہ ونعم ماقال الرازی فی تفسیر قولہ تعالیٰ "یحبھم ویحبونہ" خاض صاحب الکشاف فی ھذا المقام فی الطعن فی اولیاء اللہ تعالیٰ۔ (ترجمہ: زمخشری کی خامیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے متعلق طعن کرتے ہیں اور یہ وجہ عناد کے اپنے اس کام کی برائی سے غافل ہے اور امام رازی نے "یحبھم ویحبونہ" کے تحت فرمایا ہے کہ اسی مقام پر صاحب کشاف نے اولیاء اللہ پر نہایت لعن طعن کیا ہے۔)

آگے چل کر فرماتے ہیں: ومنھا انہ یذکر اھل السنۃ والجماعۃ بالمجبرۃ وتارۃ ینسبھم علی سبیل التعریض الی الکفر والالحاد وھذہ وظیفۃ السفھاء الشطار لا طریقۃ العلماء الابرار۔ (ترجمہ: اور ان غلطیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اہل السنت والجماعت کو کبھی مجبرہ کہتے ہیں کبھی بہ

---

[۱] صفحہ ۱۴۸۲ ج ۲

طور تعریض کفر و الحاد کی نسبت بھی ان کی طرف کرتے ہیں حالانکہ یہ تو بے وقوف اور گستاخ لوگوں کا شیوہ ہے علماء ابرار کا نہیں۔)

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ زمخشری کے اس پہلو کے تحت علامہ قاری سے نقل فرماتے ہیں۔ قال هو حنفی الفروع معتزلی الاصول له دسائس خفیت علی کثیر من الناس فلهذا احرم بعض فقهائنا مطالعة تفسیره لما فیه من سوء تعبیره فی تاویله۔ (ترجمہ: وہ فروع میں حنفی ہیں۔ اصول وعقاید میں معتزلی ہیں۔ اسکی کچھ دسیسہ کاریاں ہیں جو بہت سے لوگ ان کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ہمارے فقہاء نے اسکی تفسیر کا مطالعہ حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس نے تاویل وتفسیر کے سلسلہ میں بُری تعبیرات اور عنوانات سے کام لیا ہے۔

اسی طرح زمخشری چونکہ فنِ حدیث کے ماہر نہیں تھے، اسی وجہ سے اُن کی تفسیر میں بعض جگہ ضعیف اور موضوعی احادیث سے کام لینا بھی ان کی خامیوں اور بے احتیاطیوں میں شمار ہے۔ کشاف کی احادیث کی تخریج علامہ جمال الدین زیلعی نے کی ہے پھر اسکی تلخیص علامہ ابن حجر عسقلانی نے کرکے اپنی کتاب کا نام الکتاب الشاف فی تخریج احادیث الکشاف رکھا ہے۔ جس سے احادیث کشاف کی حیثیت تو واضح ہو جاتی ہے۔ تاہم چونکہ وہ خود صاحبِ فن نہ تھے، اس وجہ سے خود بھی اسی بے احتیاطی کا شکار رہے اور قاضی ناصرالدین بیضاوی جن کی تفسیر کو صاحب کشف الظنون نے "سید المختصرات" کے نام سے یاد کیا ہے۔ وہ بھی فضائل سور وغیرہ مواضع پر کمزور اور موضوعی احادیث کو ذکر کرتے رہے ہیں۔

مذہب ومشرب | اس عنوان سے میرا مقصد وہی عرف عام والا فقہی فروعی احکام کا طریق کار ہے جس کے متعلق یہ ثابت شدہ امر ہے کہ زمخشری احکام شرعیہ فرعیہ عملیہ میں حنفی مذہب پر عمل پیرا تھے۔ جیساکہ میرے اس مضمون کے اکثر حوالہ جات میں موصوف کے حنفی ہونے کا ذکر بھی صراحۃً آیا ہے۔ اور اگرچہ علامہ مرحوم کے چند اشعار سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ مذاہب میں سے کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ لیکن وہ اشعار صرف علمی طنز و ظرافت کی سطح پر ایک چیز ہے۔ دراصل وہ ان کے مقلد ہونے سے انکار نہیں ہے۔ ان اشعار میں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے متعلق مذاہب اربعہ میں سے جس کسی مذہب کا اظہار کرتا ہوں تو لوگ اس کے متعلق کوئی نہ کوئی طعن لگانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے میں اپنا مذہب ظاہر نہیں کرتا ——— وہ

لہ فوائد بہیہ ص ۲۱۰

اشعار یہ ہیں:

اذا سئالوا عن مذھبی لم ابح بہ   واکتمہ کتمانہ لی اسلم

جب لوگ میرے مذہب کے بارہ میں مجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں اس کو ظاہر نہیں کرتا ہوں بلکہ چھپاتا ہوں۔ چنانچہ اس چھپانے میں سلامتی ہے۔

تعجبت من ھذا الزمان واھلہ   فی احد من السُن الناس یسلم

اس زمانہ اور زمانہ والوں پر مجھے تعجب ہے کیونکہ ان لوگوں کی زبان سے کوئی بھی سالم نہیں رہ سکتا۔

فان حنفیا قلت قالوا باننی   ابیح الطلا وھو الشراب المحرم

اگر میں اپنے آپ کو حنفی کہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ طلاء کو مباح کر دیا حالانکہ وہ تو ناجائز شراب ہے۔

وان مالکیا قلت قالوا باننی   ابیح بھم اکل الکلاب وھم ھم

اور اگر میں اپنے آپ کو مالکی کہتا ہوں تو لوگ کہیں گے کہ اس نے تو کتوں کا پس خوردہ حلال کر دیا ہے حالانکہ کتے تو بہر حال کتے ہیں۔

وان شافعیا قلت قالوا باننی   ابیح نکاح البنت والبنت تحرم

اور اگر میں شافعی کہوں تو لوگ کہیں گے کہ اس نے تو بیٹی سے نکاح مباح کر دیا حالانکہ بیٹی تو محرمات میں سے ہے۔

وان حنبلیا قلت قالوا باننی   ثقیل حلولیّ بغیض مجسم

اور اگر میں حنبلی کہوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو حلولی مبغوض اور موٹا ہے۔

وان قلت من اہل الحدیث وحزبہ   یقولون تیس لیس یدری ولیفھم

اور اگر میں اہل حدیث کہوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو بدمست ہے کوئی فہم و عقل نہیں رکھتا ہے۔

تواضع اور خاکساری علماء کاملین میں جہاں ایک طرف علمی وقار و متانت اور رعب و جلال ہوتا ہے۔ وہاں دوسری اکثر و بیشتر کے اخلاق و عادات اور عام معاملات میں عجز و انکسار اور تواضع و سادگی کا جوہر گراں مایہ بھی ہوتا ہے۔ ائمہ کبار اور علماء عظام میں بہت ایسے ہوتے ہیں کہ علم و تقویٰ اور فضل و کمال کے تاجدار ہوتے ہوئے نہایت نرم مزاج اور خاکسار ہوا کرتے ہیں۔

علامہ جاراللہ مغفور و مرحوم بھی جلال و جمال کے ان دونوں پہلوؤں پر حاوی اور دونوں کمالوں کے حامل تھے۔ اس ضمن میں ان کے حالات کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو اس مقصد کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

حافظ ابوطاہر احمد بن محمد سلفی نے اسکندریہ سے ان کے نام اس وقت خط لکھا جبکہ وہ مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر تھے۔ خط میں اس نے علامہ صاحب کی تصنیفات اور مسموعات کے بارہ میں سندِ اجازت طلب کر لی تھی۔ ایک سال جب اسی کو جواب نہیں ملا۔ تو دوسرے سال حجاج کے ذریعہ دوبارہ یاد دلایا۔ اور خود حاضر نہ ہو سکنے کی معذرت تحریر کر لی۔ جاراللہ صاحب نے اس خط کا جو طویل جواب دیا ہے اس کے ہر ہر لفظ میں وہ تواضع، کم علمی اور انکسار کا اظہار فرماتے ہیں۔ بہ طور مشت نمونہ از خروارے۔ جواب کا ایک مختصر نوٹ درج ذیل ہے۔

وما مثلی مع العلماء الاعلام الاکمثل السہا مع مصابیح السماء والجہام الصفر من الرہام مع الغوادی الغامرۃ للقیعان والاکام والسکیت المخلف مع خیل السباق والبغاث مع الطیر العتاق وما التلقیب بالعلامۃ الاشبہ الرقم بالعلامۃ والعلم مدینۃ احد بابیہا الدرایۃ والثانی الروایۃ وانا فی کلا البابین ذو بضاعۃ مزجاۃ ظلی اقلص فیہ من ظل الحصارۃ۔ یعنی بڑے بڑے علماء کی بہ نسبت میری وہ حیثیت ہے جو کہ آفتاب و ماہتاب کے آگے چھوٹے چھوٹے سیاروں کی ہے اور صبح کے زبردست برسنے والے بادلوں کے آگے زرد رنگ کے خفیف بادلوں کی ہے اور گھوڑ دوڑ میں تیز رفتار گھوڑوں کے آگے پیچھے رہنے والے سست اور کاہل گھوڑے کی ہے اور طاقتور اور عمدہ پرندوں کے آگے چھوٹے چھوٹے کمزور چڑیاؤں کی ہے۔ رہا یہ کہ میرا لقب علامہ ہے تو اسکی حیثیت تو ایک شناختی علامت کی ہے جو کسی چیز پر لگ جاتی ہے اور علم ایک شہر کی طرح ہے جس کے دو دروازے ہیں، ایک روایت کا دوسرا درایت کا۔ تو میرا رخت دونوں کے بازاروں میں ناقابلِ فروخت ہے اور میرا علمی سایہ ایک چھوٹے کنکر کے سایہ جیسا نہایت چھوٹا ہے۔ ■■

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ الحق کیلئے لکھے جانے والے مضامین کا مسودہ صاف ستھرے خط میں کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔ تاکہ آپ کی محنت کو عمدہ کتابت اور دلکش انداز میں ترتیب دیا جا سکے۔ "ادارہ"